numbers, like the ratio of the mass of an electron to the mass of a proton, which is roughly 1840 to one. Why? Did a creator arbitrarily choose these numbers? (Ian Roxburg)

طبیعیات کے قوانین جو زمین پر دریافت کیے گئے ہیں وہ تحکمی گنتیوں پر مشتمل ہیں، جیسے الیکٹران کی مقدار مادہ کا تناسب ایک پروٹان کے مقدار مادہ سے جو کہ تقریباً ۱۸۴۰ کے مقابلہ میں ایک ہوتا ہے۔ کیوں۔ کیا ایک خالق نے تحکمی طور پر انہیں گنتیوں کا انتخاب کر رکھا ہے (سنڈے ٹائمس، لندن، ۴ دسمبر ۱۹۷۷)۔

یہ الفاظ سائنس کی زبان سے اس بات کا اعتراف ہیں کہ کائنات انسانی علم کے احاطہ میں نہیں آتی۔ کائنات ایک قادر مطلق خدا کی مرضی کا ظہور ہے۔ اور خدا کی مرضی کے تصور کے تحت ہی اس کی واقعی توجیہہ کی جاسکتی ہے۔

مولانا وحید الدین خان (انڈیا) نے مندرجہ بالا مقالہ ۲۶ مارچ ۸۵ء کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام محاضراتِ قرآنی میں پیش فرمایا۔

وقت کے اہم، نازک اور زیر بحث موضوع

اسلام میں عورت کا مقام

پر

ڈاکٹر اسرار احمد

کا مدلل و مفصل خطاب

کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

جس میں اس خطاب کے علاوہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف "نقوش اقبال" سے ماخوذ

عورت اقبال کی نگاہ میں

نیز اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا ماہنامہ ... میں شائع شدہ انٹرویو اور روزنامہ جنگ لاہور فورم میں بات چیت بھی شامل ہے

عمدہ آفسٹ پیپر۔ اعلیٰ طباعت۔ صفحات ۱۲۰

ملنے کا پتہ

۱۔ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

۲۔ مکتبہ تنظیم اسلامی

سیرت نبوی کے ضمن میں ۲ عظیم تحفے

ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور و امیر تنظیم اسلامی

کی تقاریر کے دو مجموعے اعلیٰ و دبیز کاغذ پر خوشنما طباعت کے ساتھ

رسول کامل

یعنی پاکستان ٹی وی سے نشر شدہ ۱۲ تقاریر کا مجموعہ اور

فرائض دینی اور اسوۂ رسول

سورۂ احزاب رکوع ۲،۳ کی روشنی میں

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا مقصدِ حیات

(مولانا سیّد نفیس الحسینی)

امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصدِ حیات صرف اور صرف اعلاء کلمۃ الحق اور نصرتِ دینِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ اُن کی تمام تر زندگی کا یہی نصب العین تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ اسی کی ایک شاخ ہے۔ اور حکومت اسلامی کا قیام بھی اسی کے ثمرات میں سے ہے۔ اسی مقصد کی خاطر انہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں، سختیاں برداشت کیں۔ اسی دُھن میں انہوں نے اپنا گھر بار چھوڑا، عزیز و اقارب سے دُوری اختیار کی۔ وطن مالوف ہندوستان سے ہجرت فرمائی۔ اُور سندھ کے ریگزاروں، چٹیل میدانوں سے گذر کر صوبہ سرحد کی سنگلاخ سرزمین کو اپنا مرکز جہاد بنایا۔ اسی مقصدِ وحید کی خاطر انہوں نے اس علاقہ میں سب سے پہلی اسلامی حکومت قائم کی اُور بالآخر یہی جذبہ صادق انہیں بالاکوٹ کی شہادت گاہ میں لے گیا اور انہوں نے اپنی اُور اپنے نیک نہاد رفقاء کی جانوں کے نذرانے بارگاہِ رب العزّت میں پیش کر کے سرخروئی حاصل کی۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت سید احمد شہید کے سیرت نگار مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں،

"اس معرکے میں وہ پاک نفوس شہید ہوئے جو عالم انسانیت کے رونق و زینت اور مسلمانوں کے لیے شرف و عزّت اُور خیر و برکت کا باعث تھے۔ مردانگی و جوانمردی، پاکیزگی و پاکبازی، تقدس و تقویٰ، اتباع سنت و شریعت اور دینی حمیّت و شجاعت کا وہ عطر، جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا اور انسانیت اور اسلام کے باغ کا جیسا "عطرِ مجموعہ" صدیوں

سے تیار نہیں ہوا تھا اور جو ساری دنیا کو معطر کرنے کے لیے کافی تھا۔ ۲۴ ر ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ گیا۔ مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی۔ حکومت شرعی ایک عرصہ کے لیے خواب بے تعبیر ہو گئی۔ بالاکوٹ کی زمین اس پاک خون سے لالہ زار اور اس گنج شہیداں سے گلزار بنی جس کے اخلاص و للہیت، جس کی بلند ہمتی و استقامت، جس کی "جرأت و ہمت اور جس کے جذبۂ جہاد و شوقِ شہادت کی نظیر پچھلی صدیوں میں ملنی مشکل ہے"۔

اب میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب سے چند اقتباس پیش کرونگا جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت سید احمد شہید اور ان کی جماعت برصغیر پاک و ہند میں انگریزی تسلط و استعمار کو ختم کرنے اور اسلامی غلبہ و اقتدار واپس لانے کے لیے میدان جہاد میں اُتری اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس نے جد و جہد کی۔ حضرت سید صاحب شہید کا نصب العین تو اس سے بھی وسیع تر تھا۔ وہ تمام اسلامی قوتوں کو ایک مرکز پر لاکر کفر و طغیان کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔

علماء و مشائخ ہندوستان کے نام ایک مکتوب میں حضرت سید صاحب ارشاد فرماتے ہیں :

"ہر چند یہ فقیر زمانۂ سابق میں بھی خدا کے فضل سے نیک کام یعنی لوگوں کو اتباع شریعت کی طرف دعوت دینے میں دن رات کوشش و جانفشانی میں مشغول تھا چنانچہ یہ بات اس فقیر کے اکثر احباب پر روشن ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس فقیر کو چند مخلص مومنین کے ساتھ مہاجرین صادقین کے زمرہ میں داخل فرمایا۔ خدا کا اس احسان پر شکر ہے لیکن چونکہ زبانی دعوت و تبلیغ بغیر شمشیر و سنان سے جہاد کرکے مکمل نہیں ہوتی اسی لیے رہنماؤں کے پیشوا اور مبلغوں کے سردار حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں کفار سے جنگ کرنے کے لیے مامور ہوئے اور دینی شعائر کی عزت اور شریعت کی سربلندی و ترقی اسی رُکن جہاد کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔ اسی بناء پر اس عبادتِ عظمیٰ کی ادائی اور سعادت عالیہ کے حصول کا عزم اس طرح فقیر پر القاء کیا گیا ہے کہ اس عظیم المرتبت کام کے انجام دینے میں جان و مال قربان کر دینا، اہل و عیال

اَور برادری کو خیرباد کہنا اَور وطن سے ہجرت کرجانا، ناپاک مکھیوں کو ہانکنے اَور خس و خاشاک دُور کرنے سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا اَور یہ سب کچھ محض اللہ کے لیے ہے۔ اس جذبۂ الٰہیہ میں نفسانی خواہشات اَور شیطانی وسوسہ کا شائبہ بھی نہیں۔"

"ہم لوگ خدا کے بندے اَور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہونے کی وجہ سے اسلام کا دعوٰی رکھتے ہیں۔ اَور اپنے کو پیروانِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کرتے ہیں۔ جبکہ ہم نے اس بات یعنی جہاد پر کلام الٰہی کو ناطق مان لیا ہے اَور نبی کریمؐ کو سچا جانتے ہیں۔ لامحالہ ہم نے اللہ اور اُس کے حکم کی بجا آوری کے لیے کمر ہمت باندھ لی ہے۔ اور اُسوۂ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سفر کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ممالک ہندوسندھ و خراسان دُور دُور کی سیاحت کی ہے۔ جس کا مقصد کُلی صرف "طلب خیر" ہے۔

آخر کار اِن دُور دراز ممالک میں پھر کر پہاڑوں اَور تمام دشت و بیابان کو طے کرکے یوسف زئیوں کے مُلک پہنچے ہیں۔ ہم نے اس سعادتِ عظمٰی جہاد کے لیے ان کو بھی آمادہ کر لیا ہے۔ غرضیکہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے اور ہمارے سر جسموں کے ساتھ ہیں ہم اِسی سودے میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم اپنے مالک کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

نواب سلیمان جاہ، والئ کاشغر کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"تقدیر سے چند سال سے ہندوستان کی حکومت و سلطنت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ "نصاریٰ نکوہیدہ خصال اَور مشرکین بدمآل" نے ہندوستان کے اکثر حصہ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اَور ظلم و بیداد شروع کر دیا۔ کفر و شرک کی رسوم کا غلبہ ہو گیا اَور شعائر اسلام اٹھ گئے یہ حال دیکھ کر دِل کو بڑا صدمہ ہوا۔ ہجرت کا شوق دامنگیر ہوا۔ دِل میں غیرتِ ایمانی اور سر میں جہاد کا جوش و خروش ہے۔"

شاہ محمود درّانی والئ ہرات لکھتے ہیں۔

"جہاد قائم کرنا اَور بغاوت و فساد کو مٹانا ہر زمانے اَور ہر مقام میں خدا کا نہایت

اہم حکم رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کافروں اور سرکشوں کی شورش ایسی صورت اختیار کر چکی ہے کہ سرکشوں اور باغیوں کے ہاتھوں دینی شعائر بگاڑے جا رہے ہیں اور شاہانِ اسلام کی حکومتوں میں ابتری پیدا کی جا رہی ہے اور یہ زبردست فتنۂ ہند، سندھ اور خراسان کے خطوں پر چھا گیا ہے۔ اس صورت میں سرکش کافروں کی بیخ کنی سے غفلت اور مفسد باغیوں کی گوشمالی سے سہل انگاری، بہت بڑا اور بہت قبیح گناہ ہے۔ اس بنا پر خدا کی درگاہ کے اس بندے نے اپنے وطن سے نکل کر ہند و سندھ و خراسان کا دورہ کیا اور وہاں کے مومنوں اور مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی۔"

والیٔ ہرات کو مزید لکھتے ہیں:

جہاد ضروری ہے۔ جب ہندوستان اہلِ کفر و طغیان کے اثرات سے لبریز ہو گیا تو میں نے وطن چھوڑ کر خراسان کا رُخ کیا۔ سب کو جہاد کی دعوت دیتا رہا۔ یوسف زئی کے علاقے میں آیا تو آفریدی، خٹک مہمند، خلیل، اہل ننگرھار، اہل سوات و بنیر، اہل پکھلی اور راجہ ہائے کشمیر وغیرہ میرے ساتھ ہو گئے ہیں۔ میرا مقصد حکومت نہیں صرف کلمۂ حق کی سربلندی اور سنتِ نبویؐ کا احیاء ہے۔ نیز میں اسلامی علاقوں کو سرکش کافروں کے ہاتھ سے آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ جب یہ علاقے مشرکوں اور منافقوں کے تسلط سے پاک ہو جائیں گے تو انہیں مستحقوں کے حوالے کر دونگا بشرطیکہ خدا کے اس انعام کا شکر بجا لائیں۔ ہمیشہ ہر حالت میں جہاد قائم رکھیں، کبھی اسے معطل نہ چھوڑیں، عدالت اور فیصلۂ مقدمات میں شرع کے قانون سے بال برابر بھی تجاوز نہ کریں۔ ظلم و فسق سے بالکل بچے رہیں۔"

مکتوب کے آخر میں فرماتے ہیں:

"پھر میں مجاہدین کو لے کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہو جاؤنگا تاکہ وہاں سے اہلِ کفر و طغیان (یعنی انگریزوں) کو ختم کیا جا سکے۔ اور میرا اصل مقصود ہندوستان پر جہاد ہے۔ یہ نہیں کہ خراسان میں توطن اختیار کر لوں۔"

مؤرخِ اسلام حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ حضرت سیّد احمد شہید کی تحریک احیائے دین پر یوں روشنی

ڈالتے ہیں :-

"تیرھویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بدعات کا زور تھا حضرت سید احمد شہید بریلوی اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علَم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لیکر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق اس علَم کے نیچے جمع ہونے لگے اس مجاہدانہ کارنامے کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے حالانکہ یہ واقعہ اس پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔ ان مجاہدوں کی تاریخ بتائیگی کہ ان کی تحریک کا یہ ناکام انجام کیوں ہوا۔ واقعہ ڈھکا چھپا نہیں اور اسباب نامعلوم نہیں۔ وہی جماعتوں کا نفاق اور اُمراء کا اختلاف ان کی ناکامی کا سبب ہوا۔ جو ہمیشہ سے ناکاموں کی ناکامی کا باعث بنتا رہا۔ پشاور کے امراء اگر وفاداری سے کام لیتے تو آج برصغیر پاک و ہند کا نقشہ ہی دُوسرا ہوتا۔"

آخر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک بصیرت افروز تحریر" شہداء بالاکوٹ کا مقام و پیام" کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ خطاب عام ہے لیکن اس کے مخاطب اوّل اہل پاکستان ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک مخلص بندے کے ہاتھ پر اپنے مالک سے اس کی رضا، اُس کے نام کی بلندی اور اُس کے دین کی فتح مندی کے لیے آخری سانس تک کوشش کرنے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ مٹا دینے کا عہد کیا تھا۔ جب تک اُن کے دَم میں دَم رہا، اُسی راہ میں سرگرم رہے۔ بالآخر اپنے خونِ شہادت سے اس پیمانِ وفا پر آخری مہر لگا دی۔ وہ خلعتِ شہادت

پہنچ کر جس کریم کی بارگاہ میں پہنچے، وہاں نہ مقاصد کی کامیابی کا سوال ہے نہ کوششوں کے نتائج کا مطالبہ، نہ شکست و ناکامی پر عتاب ہے، نہ کسی سلطنت کے عدم قیام پر محاسبہ وہاں صرف دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں؛ صدق و اخلاص اور اپنی مساعی اور وسائل کا پورا استعمال۔ اس لحاظ سے شہدائے بالاکوٹ اس دنیا میں بھی سُرخرو ہیں اور ان شاء اللہ دربارِ الٰہی میں بھی باآبرو کہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کی رضا کے لیے اپنی مساعی اور وسائل کے استعمال میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔

یوں تو شہدائے بالاکوٹ میں سے ہر فرد کا یہ پیغام ہے کہ یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ

مگر گوشِ شنوا اور دیدۂ بینا کے لیے ان کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کے لیے کوشش و جدوجہد کرتے رہے جہاں ہم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گذار سکیں۔ جہاں ہم دنیا کو اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کا نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف مائل اور اس کی صداقت و عظمت کا قائل کر سکیں۔ جہاں نفس و شیطان، حاکم و سلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو۔ تقدیرِ الٰہی نے ہمارے لیے اس سعادت و مسرت اور اس آرزو کی تکمیل کے مقابلے میں میدانِ جنگ کی شہادت اور قُربِ رضا کی دولت کو ترجیح دی۔ ہم اپنے رب کے اس فیصلے پر رضامند و خورسند ہیں۔ اب اگر اللہ نے تم کو دنیا کے کسی حصہ میں کوئی ایسا خطۂ زمین عطا فرمایا جہاں تم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گذار سکو اور اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کے قائم کرنے میں کوئی مجبوری مُخل اور کوئی بیرونی طاقت حائل نہ ہو، پھر بھی تم اس سے گریز کرو اور ان شرائط و اوصاف کا ثبوت نہ دو جو مہاجرین و مظلومین کے اقتدار اور سلطنت کا تمغۂ امتیاز ہیں تو تم ایسے کفرانِ نعمت اور ایک ایسی بدعہدی کے مرتکب ہو گے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

ہم نے جس زمین کے چپے چپے کے لیے جدوجہد کی اور اس کو اپنے خون سے رنگین کر دیا اکوڑے اور شیدو کے میدان اور تورو اور مایار کی رزمگاہ سے لیکر